محمد رمضان بلوچ*

گلِ رعنا مرتبہ مالک رام (۱۹۷۰ء) کا تجزیاتی مطالعہ

Abstract: Ram is a famous researcher, critic and editor on Ghalib's works. In this regard Zikr-e-Ghalib, Talamza-e-Ghalib, Fasana-e-Ghalib and Tehqiqi Mazameen are considered his masterpieces. While Diwaan-e-Ghalib, Gul-e-Ra'na, Sabad Cheen, Dastanbo, Khatoot-e-Ghalib, Ayar-e-Ghalib, Yadgar-e-Ghalib and Tehreer (Ghalib No) are his significant ventures. Malik Ram Compiled Gul-e-Ra'na in ۱۹۷۰ and then edited it. This is based upon his personal Transcript, Nuskha-e-Lahore and derived different material from Diwaan-e-Ghalib's editions and made it a variorum edition. Gul-e-Ra'na is a critical edition.

Keywords: Gul-e-Rana, Manuscript, Research, Compilation, Differences in manuscripts, Diwan, Prevailing spelling, References, Research edition, Kitabiyat.

کلیدی الفاظ: متداول دیوان۔ گلِ رعنا۔ ذاتی نسخہ۔ خطی نسخہ۔ تحقیق۔ تدوین۔ مرتب۔ اختلافِ نُسخ۔ دیوان۔ کلیات۔ تصحیح۔ املائے غالب۔ مراجعت۔ تحقیقی ایڈیشن۔ کتابیات۔ تدویناتِ غالب۔

یوں تو "متداول دیوانِ غالب" سراپا انتخاب ہے لیکن غالب نے قیامِ کلکتہ کے دوران اپنے دوست مولوی سراج الدین احمد[۱] کی فرمائش پر اپنے اُردو فارسی کلام کا اوّلین انتخاب "گلِ رعنا" کے نام سے کیا تھا۔ "گلِ رعنا" کے معنی ہیں "دو رنگا پھول" چوں کہ اس میں اُردو اور فارسی ہر دو زبانوں کا کلام شامل ہے۔ غالباً اسی وجہ سے غالب نے اس کا نام "گلِ رعنا" رکھا۔ "گلِ رعنا" کا یہ نسخہ نایاب ہو چکا تھا۔

مالک رام ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک حکومت ہند کے محکمۂ تجارت (درآمد و برآمد) میں ملازم رہے۔ یہاں ان کے افسرِ اعلا سید نقی بلگرامی تھے۔ مالک رام کو ان سے "گلِ رعنا" کا ایک مکمل نسخہ ملا۔ جناب سید نقی بلگرامی،

---

*انسٹرکٹر (آر پی ڈی سی) ڈیرہ اسماعیل خان

عماد الملک سید حسین بلگرامی کے پوتے تھے اور یہ مخطوطہ حیدر آباد میں عماد الملک کے کتب خانے میں تھا۔ عماد الملک کے دادا سید کرم حسین کلکتے میں شاہ اودھ کی طرف سے گورنر جنرل کے ہاں سفیر تھے۔ غالب نے چکنی ڈلی کا قطعہ بھی انھی کی فرمائش پر کہا تھا۔

مالک رام نے "گلِ رعنا" کے اس نسخے کے فارسی حصے کا تعارف "نگار" جولائی ۱۹۶۰ء میں، جب کہ اُردو حصے کا تعارف "نذرِ ذاکر" ۱۹۶۸ء میں کرایا۔ حسنِ اتفاق سے ۱۹۶۹ء اور اس کے کچھ بعد لاہور میں "گلِ رعنا" کے دو مکمل نسخے اور ایک ناقص انتخاب دریافت ہوگئے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ "گلِ رعنا" کا مکمل نسخہ بہ خطِ غالب ۱۸۳۸ء مملوکہ خواجہ محمد حسن۔

۲۔ دوسرا مکمل نسخہ صفیر بلگرامی کے پوتے وصی احمد بلگرامی کے پاس تھا۔ انھوں نے اسے مشفق خواجہ کو دے دیا، جنھوں نے اس کی ترتیب کا کام سید قدرت نقوی کے سپرد کیا۔ سید قدرت نقوی نے اسے ۱۹۷۵ء میں مرتب کرکے شائع کیا۔

۳۔ ناقص و ناتمام نسخہ مملوکہ حکیم محمد نبی خان جمال سویدا (نبیرۂ حکیم اجمل خان) مکتوب قاضی عزت اللہ دہلوی۔

مالک رام نے "گلِ رعنا" کے اپنے ذاتی نسخے، نسخۂ خواجہ حسن اور دیگر متداول و غیر متداول دواوین سے مستفید ہوتے ہوئے، اسے مرتب کرکے علمی مجلس، دلی سے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا، جس کے کل صفحات ۲۰۶ ہیں اور اس میں انھوں نے موضوع کے جملہ گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔

سب سے پہلے ۳۵ صفحات پر مشتمل عالمانہ مقدمہ ہے۔ اس میں انھوں نے عمدہ دادِ تحقیق دی ہے۔ اس کی ابتدا میں غالب کے قیامِ کلکتہ، وہاں کے ادبی ماحول اور صاحب فرمائش "گلِ رعنا" سراج الدین احمد کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اپنے نسخے کی دریافت نیز سید نقی بلگرامی کے دادا سید کرم حسین کے حالات ہیں، لکھتے ہیں:

> "یہ نسخہ مولوی کرم حسین کے خاندان میں رہا اور نسلاً بعد نسل سید مہدی حسین (مہدی یار جنگ) کو ملا۔ انھوں نے اسے اپنے بھتیجے جناب سید نقی بلگرامی کو عطا کیا اور انھوں نے مجھے مرحمت فرمایا۔"(۲)

پھر اپنے دریافت شدہ نسخے کی مکمل تفصیل دی ہے:

> "گلِ رعنا کا یہ نسخہ مکمل ہے۔ کاغذ کا سائز ½۲۴ × ۱۴ سم ہے اور حوض کا ½۱۹ × ¾۹ سم۔ کاغذ باریک ولایتی، ہلکے بادامی رنگ کا ہے۔ کہیں کہیں کرم خوردگی کے آثار ملتے

ہیں۔ لیکن اس سے نہ کتاب کو کوئی نقصان پہنچا ہے نہ متن ہی کا کوئی حصہ ضائع ہوا ہے۔
پوری کتاب کی نظم و شریک ہاتھ میں، سیاہ روشنائی سے، نستعلیق خط میں لکھی گئی ہے۔
کاتب اگرچہ بہت خوش خط تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن بد خط بھی نہیں ہے۔ غلطی بھی کم
کرتا ہے۔ اگرچہ اس سے بالکل عاری نہیں ہے۔ ہر جگہ تخلص، عنوان، ولہ وغیرہ الفاظ
شنجرفی روشنائی سے لکھے ہیں۔"(۳)

یہاں تک کہ ردیف وار غزلیات (اردو، فارسی) کی تعداد اور تعدادِ اشعار بھی بتائی گئی ہے۔

مقدمے کی آخری فصل میں مالک رام نے کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور بتایا ہے کہ غالب نے "اسد" چھوڑ کر "غالب" تخلص کب اختیار کیا۔ وہ آزاد کی اس رائے کو بھی افسانہ طرازی قرار دیتے ہیں کہ "متداول دیوانِ غالب" مولوی فضل حق خیر آبادی اور مرزا خانی کوتوالِ دہلی کا انتخاب کردہ ہے۔ کیوں کہ اوّل الذکر فاضل دینیات تھے، فاضلِ ادب نہیں۔ جب کہ موخر الذکر قتیل کے شاگرد تھے۔ لہٰذا انتخاب خود غالب نے کیا تھا۔ اسی طرح بعض ناقدین کے اس خیال کی بھی تردید کی کہ مرزا غالب شروع شروع میں مشکل پسند تھے، بعد میں میر تقی میرؔ کے اثر سے آسان گوئی اختیار کی۔ انھوں نے مرزا غالب کی متعدد آسان غزلوں کی نشان دہی کی جو ان کے آغازِ مشق کے دور کی ہیں۔

مقدمہ میں انھوں نے "گلِ رعنا" کی ترتیب سے بھی بحث کی ہے جو ان کا اصل موضوع ہے۔ ان کی محنت اور کام کی وسعت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اس نسخہ کی ترتیب میں درج ذیل قلمی نسخوں سے کام لیا ہے۔

۱۔ "گلِ رعنا" کا اپنا ذاتی نسخہ یعنی نسخہ مالک رام
۲۔ "گلِ رعنا" نسخہ خواجہ محمد حسن (نسخہ لاہور)
۳۔ دیوانِ غالب نسخۂ شیرانی (خطی نسخہ)
۴۔ دیوانِ غالب (اردو) کا وہ خطی نسخہ جو غالب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے (اوّل صفر ۱۲۳۵ھ) یہ نسخہ پہلے رام پور سے اور پھر لاہور سے شائع ہوا۔
۵۔ دیوانِ فارسی کا قدیم ترین خطی نسخہ (۱۲۵۳ھ)، مملوکہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔

یہ تو تھے قلمی نسخے۔ ان کے علاوہ انھوں نے "گلِ رعنا" کی تدوین میں پانچ مطبوعہ نسخے بھی استعمال کیے۔

۱۔ دیوانِ غالب نسخہ حمیدیہ، بھوپال۔

۲۔ دیوانِ غالب نسخہ نظامی (۱۸۶۲ء)۔

۳۔ کلیاتِ غالب، نثر فارسی (۱۸۶۸ء)، مطبع نولکشور، لکھنؤ۔

۴۔ دیوانِ غالب (فارسی)، طبعِ اوّل، ۱۸۴۵ء دلّی

۵۔ دیوانِ غالب (فارسی)، طبعِ دوم، ۱۸۶۳ء، مطبع نولکشور، لکھنؤ۔

جناب مرتب نے ان تمام مآخذ پر اچھی خاصی بحث کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی خصوصیات گنوائی ہیں اور "گلِ رعنا" کی تدوین کے سلسلے میں ان کی اہمیت واضح کی ہے۔ مزید یہ کہ ان نسخوں کے لیے مخفف علامتوں کا تعین کیا ہے۔ یہ علامتیں من مانی نہیں ہیں بل کہ ان نسخوں کے خواص کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر گیان چند نے کاترے کے حوالے سے لکھا ہے:

> "مختلف نسخوں کی نشان دہی کے لیے کسی مخفف علامت (Siglum) کا تعین کیا جاتا ہے۔ کاترے نے درست لکھا ہے کہ یہ علامات من مانی نہیں ہونی چاہییں کہ یہ مخطوطے کے خواص کی طرف اشارہ کریں۔ مثلاً مقام، رسم الخط وغیرہ۔"(۴)

ان نسخوں کے لیے مالک رام نے درج ذیل علامتیں استعمال کی ہیں:

	نسخہ	علامت
۱۔	دیوان غالب کا وہ نسخہ جو غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔	غ
۲۔	نسخہ حمیدیہ	ح
۳۔	نسخہ شیرانی	ش
۴۔	دیوانِ غالب، نظامی ایڈیشن	ن
۵۔	گلِ رعنا، نسخہ خواجہ حسن (نسخہ لاہور)	ل
۶۔	کلیاتِ نثرِ فارسی	ک
۷۔	دیوانِ فارسی کا خطی نسخہ، مخزونہ انجمن ترقی اردو کراچی	کچ
۸۔	دیوانِ فارسی طبع اوّل	طا
۹۔	دیوانِ فارسی طبع دوم	کب
۱۰۔	گلِ رعنا نسخہ مالک رام	م

غرض اس پورے مقدمے کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس نسخہ کی تیاری میں کیا ہفت خواں طے کیے ہیں اور کتنے صبر واستقلال سے برسوں کام کیا ہے۔

مقدمے کے بعد ”ترتیب“ کے عنوان سے فہرست مشمولات (ص ۴۳) دی گئی ہے۔ ترتیب کے بعد ”گل رعنا“ کا فارسی دیباچہ (از غالب) دیا گیا ہے جو ”گلِ رعنا“ نسخہ مالک رام میں شامل ہے۔ پھر ”گلِ رعنا“ کا متن شروع ہوتا ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ ”انتخابِ اردو“ (ص ۵۱ تا ۱۰۶)۔ یہ انتخاب ۱۱۶ غزلوں سے لیا گیا ہے اور اس میں ۴۵۵ شعر ہیں۔

۲۔ ”انتخابِ فارسی“ (ص ۱۰۹ تا ۱۴۵) اس حصے میں بھی شعروں کی تعداد اردو حصے کی طرح ۴۵۵ ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

صنف کلام	تعداد بہ لحاظ صنف	تعدادِ اشعار
قصیدہ	۱	۵۴
قطعہ	۲	۴۴
مثنوی	۱	۱۰۴
غزلیات	۲۷	۲۵۳
میزان	=	۴۵۵

اس حصے میں وہ مثنوی بھی شامل ہے جسے ”مثنوی چراغِ دیر“ کہا جاتا ہے۔ یہ مثنوی انھوں نے بنارس کی سرور انگیز فضا میں کہی تھی اور اس کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتا ہے کہ وہ اس جنت آباد کے ماحول سے مسحور اور یہاں کے پریزادوں سے بے حد خوش ہیں۔

انتخاب یہیں پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد غالب کا لکھا ہوا ”خاتمہ“ ہے جو فارسی میں ہے اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ پھر مرتب نے تفصیلی حواشی لکھے ہیں جو صفحہ ۱۵۷ سے صفحہ ۲۰۴ تک ہیں۔ ان حواشی کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۹۵ صفحات کے متن پر جو حواشی تحریر کیے گئے ہیں وہ ۴۸ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، یا اس بات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غالب کے چار صفحاتی فارسی دیباچے سے متعلق ۸۰ حواشی شامل کیے گئے ہیں۔ آخر میں دو صفحات پر کتابیات دی گئی ہیں جن سے مقدمہ و حواشی کی ترتیب میں مدد لی گئی۔ ان کی تعداد ۲۷ ہے۔

مقدمے میں مرتب نے اپنی تدوین کے طریقہ کار کی وضاحت کر کے قارئین کے لیے سہولت پیدا کر دی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے ان اصولوں پر کس طرح اور کس حد تک عمل کیا ہے؟

۱۔ ''گلِ رعنا'' میں کچھ مقامات پر اس نوعیت کے حواشی ملتے ہیں:

صفحہ	شعر	حاشیہ	کیفیت
۵۱۔	ڈھانپا کفن نے داغِ عیوب برہنگی میں، ورنہ، ہر لباس میں ننگِ وجود تھا	ل:ڈھانکا	مرتب نے اپنے ذاتی نسخے ''م'' کو بنیادی نسخہ قرار دے کر اسی کو متن میں لکھا اور اختلاف نسخ کو حواشی میں درج کیا ہے۔
۵۳۔	جاتی ہے کوئی، کشمکش اندوہِ عشق کی دل بھی اگر گیا، تو وہی دل میں درد تھا	م کے سوا اور ہر جگہ: دل کا درد	م، کے مطابق ''دل میں درد'' کو متن میں درج کیا گیا۔

اب فارسی سے اس قسم کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۱۰۔	بہ دادِ من کہ رسد کاندریں بساط مرا گلو فشردہ (و) خون کردہ اند پنہائی	ل: کاندریں محیط اور سب جگہ 'بساط' ہے	'م' اور دوسرے نسخوں کے متن کو ترجیح دیتے ہوئے ''کاندریں بساط'' کو متن میں درج کیا گیا۔

مذکورہ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ''گلِ رعنا'' کی تدوین میں مالک رام نے اپنے ذاتی نسخے ''م'' (نسخہ مالک رام) کو اساسی نسخے کی حیثیت دی ہے، اس کے متن کو اپنی مرتبہ ''گلِ رعنا'' کے متن میں جگہ دی ہے اور اختلافِ نسخ حاشیہ میں دیے ہیں۔

۲۔ جناب مرتب نے ہر جگہ اپنے ذاتی نسخے ''م'' کو دوسرے نسخوں پر مرجح نہیں رکھا۔ اب کچھ ایسی مثالیں ملاحظہ ہوں جہاں مرتب نے اپنے ذاتی نسخے ''م'' کی بجائے کسی اور نسخے کے متن کو ''گلِ رعنا'' کے متن میں درج کیا ہے یا خود سے قیاسی تصحیح کی ہے اور ''م'' کا اختلاف حاشیہ میں دیا ہے۔

صفحہ	مصرع	حاشیہ	کیفیت
۱۱۱۔	ع: سزد کہ ناز کند سرمۂ صفاہانی	م: صفہانی۔ اور سب جگہ ''صفاہانی'' ہے لہٰذا یہاں بھی تبدیلی کی گئی۔	متن میں ''صفاہانی'' درج کیا گیا ہے۔

۱۱۷۔	ع: نگہ اور دعویِ گلشن ادائی	مصرع اولیٰ، م: دعوہ	متن میں ''دعوی'' درج ہے۔
۸۸۔	ع: بس ہجوم ناامیدی! خاک میں مل جائیگی	م: نامیدی (سہو کاتب) ن سے درستی کی گئی	متن میں 'ن' کے مطابق 'ناامیدی' درج کیا گیا۔

مذکورہ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مرتب کے نزدیک ''گلِ رعنا'' کے ان کے ذاتی نسخے 'م' (نسخہ مالک رام) میں غلطیاں تھیں اور ان غلطیوں کی تصحیح کے لیے انھیں دیگر کئی مطبوعہ و غیر مطبوعہ نسخوں خصوصاً 'ل' (نسخہ لاہور) 'ش' (نسخہ شیرانی)' 'ن'' (دیوانِ غالب نظامی ایڈیشن)، 'ح (دیوانِ غالب نسخہ حمیدیہ)، 'غ' (دیوانِ غالب بہ خطِ غالب قلمی نسخہ)، 'ج' (دیوانِ فارسی خطی نسخہ)، طا (دیوانِ فارسی طبع اوّل)، طب (دیوانِ فارسی طبع دوم)، 'ک' (کلیاتِ نثر فارسی) سے مدد لینا پڑی۔ اس لیے انھوں نے ہر جگہ اپنے ذاتی نسخے 'م' کے متن کو مرجح نہیں رکھا۔ ان مثالوں سے ایک اور بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ مرتب نے متن کی تصحیح میں اپنی علمیت اور تنقیدی شعور سے بھی کام لینے کی کوشش کی ہے اور یہ بڑی قابلِ قدر بات ہے۔

فاضل مرتب نے بعض حواشی بہت مفید اور معلومات افزا لکھے ہیں۔ مثلاً ''گلِ رعنا'' کے حصّہ فارسی میں شامل قصیدے سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''یہ قصیدہ مسٹر انڈریو اسٹرلنگ کی مدح میں ہے اور یہ اس وقت لکھا گیا جب کہ غالب اپنے پنشن کے مقدمے کے سلسلے میں کلکتہ گئے ہیں۔ وہ نومبر ۱۸۲۶ء میں دلی سے روانہ ہوئے........ ۲۱ فروری ۱۸۲۸ء کو کلکتہ پہنچے۔ جب وہ گورنر جنرل کے دفتر میں گئے تو یہاں ان کی اسٹرلنگ سے ملاقات ہوئی جو اس زمانے میں گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے سکتر تھے........ جب یہ قصیدہ ممدوح کی خدمت میں پیش ہوا ہے تو اس میں ۵۵ شعر تھے۔ لیکن یہاں ''گلِ رعنا'' میں صرف ۵۴ شعر ملتے ہیں۔ البتہ دیوانِ فارسی طبع اوّل (۱۲۶۱ھ) اور طبعِ ثانی ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۳ء) دونوں جگہ شعروں کی تعداد ۵۵ ہی ہے........ الخ۔''(۵)

کچھ حواشی میں کلامِ غالب کے زمانے اور مقام کا تعین بھی کیا ہے۔ مثلاً غالب کی ایک غزل جس کا مطلع ہے:

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت ، تری شہرت ہی سہی (۶)

کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

"یہ غزل 'غ' (حاشیہ)، 'ح' (حاشیہ) اور 'ش' کے متن میں ملتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ 'ح' کی کتابت کے بعد کہی گئی یعنی اس کا زمانہ ۱۸۲۱ء سے بعد کا ہے اور 'ش' کی کتابت (۱۸۲۶ء) سے پہلے کا۔"[۷]

رشید حسن خاں نے دیوانِ غالب صدی ایڈیشن (۱۹۶۹ء) مرتبہ مالک رام پر جو اعتراضات کیے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مالک رام نے کلامِ غالب کی تدوین میں "املاے غالب" کی پابندی نہیں کی۔(۸) شاید رشید حسن خاں کی نشان دہی کی وجہ سے جنابِ مرتب نے "گلِ رعنا" کی تدوین میں "خورشید" کو "خرشید"، "آئینہ" کو "آیینہ"، "گذر گاہ" کو "گزر گاہ" لکھا اور مختلف الفاظ میں "پیش" کی جگہ "و" کا استعمال کیا جیسے "اوس"، "اوڑنا" اور "اولٹی" وغیرہ۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

ہے تجلی، تیری سامانِ وجود ذرہ، بے پرتوِ خرشید نہیں[۹]

آیینہ دیکھ، اپنا سامنہ لے کے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا[۱۰]

یہ تو تھیں وہ مثالیں جہاں مرتب نے "املاے غالب" کی پابندی کی لیکن ایک مثال ایسی بھی ملتی ہے جہاں انھوں نے "املاے غالب" کی پابندی نہیں کی۔ غالب "پاؤں" کو "پانو" لکھتے تھے لیکن مالک رام نے جدید املا کے مطابق "پاؤں" لکھا:

ع لے تو لوں، سوتے میں، اس کے پاؤں کا بوسہ مگر[۱۱]

....

ع پاؤں میں، جب وہ حنا باندھتے ہیں[۱۲]

حیرت ہے کہ مالک رام، دیوانِ غالب صدی ایڈیشن (۱۹۶۹ء) میں اسی لفظ کو املاے غالب کے مطابق "پانو" لکھ چکے ہیں[۱۳] لیکن "گلِ رعنا" کی تدوین میں اس کا املا بدل کر "پاؤں" لکھ دیا۔

رشید حسن خاں نے اپنے مذکورہ مضمون میں ذیل کے مصرعوں میں تصحیح طلب مقامات کی نشان دہی کی تھی۔

ع نشو و نما ہے اصل سے غالب فروغ کو

ع میں سادہ دل ازردگی یار سے خوش ہوں[۱۴]

مالک رام نے دونوں مصرعوں کی تصحیح کر لی۔ یہ دونوں مصرعے "گلِ رعنا" میں بالترتیب صفحہ ۸۳ اور ۶۱ پر اس طرح ملتے ہیں۔

ع نشو(و) نما، ہے اصل سے، غالب! فُروع کو

....

ع میں سادہ دل، آزردگیِ یار سے خوش ہوں

رشید حسن خاں صاحب نے اپنے مذکورہ مضمون میں املاے غالب کو اختیار کرنے سے متعلق کئی اصلاحات تجویز کی تھیں جن کے مطابق مالک رام نے الفاظ کا املا درست کیا مثلاً جیب کو "جیبب" اور "خند ہائے" کو "خندہ ہائے" لکھا۔ اس تصحیحِ املا کے باوجود ایسے کئی مقامات اب بھی موجود ہیں جہاں املا کھٹکتا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

صفحہ	مصرع	غلط املا
۶۲	ع گو میں رہا رہینِ ستمہائے روزگار	ستمہائے

اسی طرح "گلِ رعنا" مرتبہ مالک رام میں چند ساقط الوزن مصرعے بھی موجود ہیں، جن کی طرف جناب مرتب نے توجہ نہیں کی۔ مثلاً:

صفحہ	مصرع
۷۰	ع مجبور یہاں تلک ہوئے، اے اختیار حیف

رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> "مرتب کو یہ بات تو معلوم ہونا ہی چاہیے کہ آج "یہاں "اور" وہاں" کو"یاں "اور" واں "یا" یھاں "اور "وھاں "کوئی نہیں پڑھ سکتا، ان کو لازماً 'یہاں "اور" وہاں "(بروزنِ اماں) پڑھا جائے گا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں ایسے مصرعے ساقط الوزن ہو جائیں گے........ ان سب کو ساقط الوزن قرار دیا جائے گا۔"(۱۵)

جیسا کہ پہلے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنابِ مرتب نے "گلِ رعنا" کی تدوین میں املاے غالب کی پابندی کی ہے جیسے "اُس" کو "اوس"، "اڑنا" کو "اوڑنا" اور "اُلٹی" کو "اولٹی" لکھا ہے۔ انھوں نے ایسا کر کے جدید املا سے قدیم املا کی طرف مراجعت کی ہے۔(۱۶) جس سے آج کے قاری کے لیے مشکل پیدا ہوئی ہے اور اسے اشعارِ غالب کی قراءت میں دِقت یا الجھن محسوس ہو گی۔

ترتیب و تدوین کے سلسلے میں مذکورہ اسقام کے باوجود "گلِ رعنا" کئی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدوّن نے کلامِ غالب کی تلاش میں کس کس طرح ضروری مآخذ تک رسائی حاصل کی اور کہاں کہاں سے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر جمع کر کے اس "انتخاب" کو مکمل کیا۔ اس انتخاب کو مرتب کرنے میں مالک رام نے "گلِ رعنا" کے اپنے ذاتی نسخے "نسخہ لاہور" غالب کے اردو دیوان کے مختلف نسخوں اور دیوان فارسی طبع اوّل و طبع دوم وغیرہ کی مدد سے "گل رعنا" کا ایک تحقیقی ایڈیشن تیار کیا اور یہ "گلِ رعنا" کا پہلا تحقیقی ایڈیشن ہوتا اگر مالک رام اس کو مرتب کرنے میں غیر ضروری تساہل سے کام نہ لیتے۔(۱۷) بہر حال فاضل مرتب نے "گلِ رعنا" کی ترتیب و تدوین کے ضمن میں جو مشقت اٹھائی، وہ قابلِ قدر ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کے بہ قول:

"گلِ رعنا ترتیب و تدوینِ متن کا بہت اچھا نمونہ ہے۔"(۱۸)

غرض "گلِ رعنا" عالمانہ مقدمے، تفصیلی حواشی، اختلافِ نسخ اور کتابیات وغیرہ کی وجہ سے مالک رام کی تدونیاتِ غالب میں سے بہترین تدوین ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ مولوی سراج الدین کا پورا نام سراج الدین علی خاں تھا، موحد تخلص کرتے تھے اور قصبہ موہان (ضلع اناؤ) کے رہنے والے تھے۔ کلکتہ میں وہ بہ سلسلہ ملازمت مقیم تھے اور وہاں ''قاضی القضاۃ'' کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے۔ مولوی سراج الدین کے نام تعارفی خط غالب کو ان کے دوست مولوی محمد علی خان صدر امین باندہ نے قیامِ باندہ کے دوران دیا تھا اور بعد میں دونوں میں باہم دوستانہ روابط قائم ہو گئے۔

۲۔ مالک رام: مقدمہ، گلِ رعنا (غالب)، (دلی، علمی مجلس، ۱۹۷۰ء) ص۱۹۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ گیان چند، ڈاکٹر: تحقیق کا فن (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء) ص۴۵۱۔

۵۔ غالب: گلِ رعنا (مرتبہ: مالک رام)، (دلّی، علمی مجلس، ۱۹۷۰ء) ص۱۸۷۔۱۸۶۔

۶۔ ایضاً: ص۸۷۔

۷۔ ایضاً: ص۱۷۷۔

۸۔ رشید حسن خاں: دیوانِ غالب (صدی ایڈیشن)، مشمولہ اردو تحقیق اور مالک رام مرتبہ شاہد اعظمی (دہلی، ادارۂ تحقیق، ۱۹۷۵ء) ص۶۵۔۸۳۔

۹۔ غالب: گلِ رعنا، مرتبہ مالک رام، محولہ بالا، ص۴۷۔

۱۰۔ ایضاً: ص۵۸۔

۱۱۔ ایضاً: ص۵۹۔

۱۲۔ ایضاً: ص۷۷۔

۱۳۔ دیوانِ غالب صدی ایڈیشن (مرتبہ مالک رام) میں صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱ پر پاؤں کی ردیف کی ایک غزل ملتی ہے جہاں جنابِ مرتب نے مذکورہ لفظ کو ''پانو'' ہی لکھا ہے۔

۱۴۔ رشید حسن خاں: دیوانِ غالب (صدی ایڈیشن)، محولہ بالا، ص۵۰۔

۱۵۔ ایضاً: ص۷۲۔۷۳۔

۱۶۔ مالک رام نے اس سے پہلے دیوانِ غالب کی تدوین (۱۹۵۷ء) میں غالب کے املا کو جدید املا میں تبدیل کیا ہے اور مقدمہ میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

۱۷۔ مالک رام کو ۱۹۵۷ء میں ''گلِ رعنا'' کا یہ نسخہ سید نقی بلگرامی سے ملا تھا لیکن انھوں نے اسے ۱۹۷۰ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔ جب کہ ان سے ایک سال پہلے یعنی ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی نے ''گلِ رعنا'' کو مرتب کر کے شائع کر دیا۔

۱۸۔ گیان چند، ڈاکٹر: غالب شناس مالک رام (کراچی، ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۰۲ء) ص ۱۰۰۔